



گر میوں کے دن تھے اور وہ چھوڑے جانے کے بجائے اور پخت پر آئی۔ پخت کے بھوسے میں تھے چائیاں پانی پیچھے بھیجی تھیں اس نے در تک چیلے ہوئے چھوڑے میں لگے لوڑے کے درخت کے پاس چلتی ہوئی سدرہ کو دکھا اور دعوتی بھیجی رہی۔ ملت دن ہوئے تھے اس کی شادی ہوئے اور اس کا شوہر آج ہی اسے لے کر اس کے میکے آیا تھا۔ درخت کے پاس اٹھلیاں کرستے وہ دونوں نہ جانے کون کون کیا مانیں ستارے تھے سوچ چھوڑے کو عبور کرتی سدرہ کی بی بی کی گلی کی آواز سے پخت پر بھی سنائی دے رہی تھی۔ صدیق لوڑے کے درخت پر چڑھنے کی کوششیں کر رہا اور سدرہ نے مجھے اس کی ٹانگ سے پیچھتی اور پھر پڑی ہی چلی جاتی تھی شادی میں بھی ملاوڑی آئی ہے۔ گھوٹی ہوئی دینا میں اسے جیسے صرف سدرہ نظر آ رہی تھی۔

ایک ایک سدرہ کے نظر اور پخت پر اس پر پڑی سدرہ کی بھی کم ہوتے ہوئے کم گئی۔ اس نے پہلے کہ ایک بار پھر صدیق کی ٹانگ سے پیچھے وہ اوپر چڑھتے چڑھتے خود ہی ایک دم سے نیچے آ کر اور اتنی زور سے گرا کہ اندر دھکیں گئیں۔ وہ بھائی اور دوسرے لوگ بھاگتے ہوئے اس کی طرف آگئے۔ پخت سے بھائی ہوئی وہ بھی اس کی طرف گئیں۔

سدرہ نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ "تو رہن دے

لانی!"

پھر اوپر اٹھ کر دے دوسرے افراد نے کچھ دھکیں کچھ خوف سے سدرہ کو گھور کر دکھا دیے وہ چاروں گھبرا کر آگے بڑھے۔ لیکن اس کے چہرے پر دھکیں اثر نہ رہا اس کی آنکھوں اور انداز میں غصہ اور نفرت مل رہی تھی۔ دوسرے نے صدیق کو راہ دکھا اور سدرہ کی آنکھوں سے آنسو بہا رہے تھے۔

سدرہ کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت لے آ رہی تھیں گئی۔ غصہ اور نفرت پر ان کا لانی قسمی لہجہ نکلا۔ "میں جانتے جانتے تم کو پھیلانے کے لیے ڈھکے ڈھکاتے تھی، تم میری جگہ میں کم ہو چکے۔ بازار سے چھڑیں ٹھیک نہ بنے۔ پخت میں میرے بڑھانے اور لے لے رہا ہے کہ یہ بھٹکی ہوئی ہے۔" غلامی ہوئی اسی کے پاس لانی۔ "وہ بھی رہی ہو اس کا لطف اٹھا کر اسے جلی کھئی سنائی۔" بھی چلا کر اور بھی رو رہا تھا۔ نہ کھاتی۔

"تو چاہتی تھی میں کس درخت کی شادی کر جاؤں۔" وہ لہجہ میرے کپڑے پہلے تو پتے میرا لہجہ بھی سوچ کر اٹھتی ہوئی۔ ہوں میں اب خوش ہے۔ پڑھتی ہوئی؟ تو نہیں کی شادی کی خریدتے ہی نہ ہو جاتی ہے۔ ٹانگ سے اٹھا کر اپنا رشتہ کی لانی نے مجھے لے لیا اور اس کے سپرد کی بھی دھکیں چلی۔ جل جاتے۔ جل جاتے۔ سراب میں میں جاتی اس کی شادی میں تجھے ساتھ لے کر رہن ڈالوں گی۔

تھی پخت پخت کر تاروں کی جھلیں لیکن پھر ایک ایک پکڑاؤ تھا اور جو تیروں کے لیے پہلے یہ کہوئے اس باتوں میں گیا۔ اگر اسی جگہ میں نے جانے کا خیال دل سے نہ نکالا تو میں جل کر مر جاتی کی یہ امر نہ تھی۔ میری منہ کی طرح پخت میں وہ جانے لگے۔ کس جانے کا خیال ہی نہ دے گا۔ لگتے جانے تھے کہ کب ٹھنڈ پڑے گی۔ بہت سول کے ان کو راہ کروا دیے۔

لانی بھاری جان کب چھوڑے کی پکڑ لانی کا اشارہ اس ایک جھلے ہو جان چھوڑے سے اس کا مطلب

میں ہوا تھا۔

لیکن صدیق کے گرد نے اس نے کچھ نہیں کیا۔ رات کا دھکیں کے پاس لانی۔ اس نے ایسے کہا جیسے میں جانی ہوں لانی۔

بہت غلط ہے چل رہی ہو۔

میں اس کو توڑنے لگی تھی۔

کہہ کہ بہت جلد میں پھر بھی آ جاؤں گے۔

کہہ کہ پخت پر تک گئی۔" کہا صاف کرنا۔

وہ جانے لانی کی آواز لڑنے لگی۔

"ان تاروں کی پھر بھی میں نے لے کے کہا جیسے کہا ہو۔"

"اس نے پہلے۔" اس نے پہلے کی گھر کو لے کر ایک جگہ اس اور ایک میں کائنات اس کی طرف بڑھایا۔ چاہیے کہ اٹھ کر اس کا ہاتھ چھو اور کھڑی ہو کر اسے دیکھنے کی پھر اس کا ہاتھ چھو۔

"کہن دے لانی! یہ لہجہ بارہا میں داس میں آتے تھے۔ میں تو تیری ساتھ داس سے۔"

خط کرتے کرتے بھی وہ کہہ رہی تھی۔ لانی کے اوہ جیسے چہرے پر یہ ایک اثر کر رہے تھے۔

میں وہاں اس کا ہاتھ سدرہ کے پاپ کو نہ لانا کرتی۔ سب سے پہلی جگہ میں تھی۔ سدرہ نے بڑے دھماکے سے تو کپڑوں کے پتے بھی جڑوں ہونے کو کہتے کہ پھر اٹھا۔

بھائی کی اولادوں کی اولادوں سے کسی کی خیال میں کیا کہ لانی کو کچھ کہہ جائے۔ کچھ دھرتے تھے۔ کچھ کرتے تھے۔ کچھ حیرت اور بہت سارے انداز۔

ایک سدرہ تھی جو کہ یہ خلا کرتی تھی۔ وہ ان کا کس پکڑاؤ انگوٹوں میں سے شاید اسی جگہ میں سے لانی کو خود بخود ہی جھٹکا شہر کو لے گیا تھا۔

میں دھکیں کو "پخت" نہیں جانتے تھا۔ کہہ کہ ماروٹی کر دیا جاتا تھا۔ وہاں سدرہ "چاتی" ہوں میں اس جگہ کو کہہ کہ کس کو غاموش کر دیا کرتی تھی۔

وہ اندر ہی اندر اس سے غار میں کھاتی تھی جگہ دکھائی دیتی تھی۔ وہ اس سے محبت بھی کرتی تھی اور نفرت بھی۔ وہ اس کی انگوٹھی پہن بھی اور اسے پیاری بھی تھی کہ عموماً پہن بھی ہوتی ہے۔

"لانی روتی ہوئی بہت؟" ہر سنے سے جان ہونے والوں کی طرح اس نے بھی یہ سوال سب سے اور بہت بار پوچھا۔ تانے والے کی شکل بتاتی کہ لانی کتنا روتی ہوئی۔

"وہ نہیں ترس نہیں آیا؟"

"بہت محبت کرتی ہوئی۔"

"کیا بھی کرتی ہے یا تو آتا ہو گا؟"

"چھوٹا پھر بہت نفرت کرنے کی ہوگی اس سے۔ اسی سے لانی ہو گئی ہے۔"

"ہاں یہ لانی ہے۔" لانی دھکیں۔

وہ ایک ایذا و انتہا تصور نہ صرف اس نے خود دیکھی بلکہ گھوم پھر کر اس شخص کو دکھائی ہوئی تھی۔ غار کا حال۔

"لانی اتنی خوبصورت تھی۔" دیکھنے والے تصور پکڑنے میں جھٹکا ہو جاتے تھے۔ تصویر ہاتھ میں پھینکا کر ایک گھوم لانی کو اور ایک نظر تصویر کو دیکھتے جاتے اور حیران ہوتے جاتے۔ "یہ لانی ہے؟"



وہ جانی بھی چھلدا اور بڑوں میں بھی غصہ پھیل گیا۔
نفرت بھی لڑائی بھی چھلدا وہ سب کے سب خوشی
خود پر تھا اسرارِ ابرار اور اہلِ ایمان سے بھرے دوسرے
تھے یہاں جانی میں ایک ہی چیز بہت تھی کہ وہ کہہ نہ سکی اور
بہت فدا کی کہ وہ کیا زبان بولی تھی۔ بیٹھے کھڑے
لیجے سوئے سے جانے خوشی مرگ رہا ہمارے کسی بھی
وقت شروع ہو جاتی ہے کہ کئی کئی باتیں دھتکتی
راتی کئی محول کے لیے بھی گفتگوں کے لیے اس
کی آنکھیں سنا ہو کر گھبراہٹ ہو جاتا کہ وہ کون ہے
اس کا اور غم نہ اور سیوا ہو جاتا اور اس کا حذر
پہنکارے لگتا۔

[illegible][illegible]

اس کے ساتھ کہہ کر کہی ہے اس لئے کہ لاکھ
 کے سامنے کے دو اوقات ٹوٹ گئے اور مزہ خون
 کے ہر گناہ کا پھر ایک کٹ پر گیا اور آنکھ کی ہڈی پر
 شہرہ پہنچا کر کہہ کر کہی ہے اور دوا معلوم کی ہے
 جس کی سے پہلے دوا کی تھی کہ پاس پہنچی اور ایک
 کرت دینے لگا گیا۔
 دوا دینی تھی۔ سب اس سے عاجز اور بے زار تھے
 کہ یہاں کے دو اوقات ٹوٹ گئے تھے۔ جب ہی سہہ
 کیلئے تیار کر لئی تو وہ اس سے بہت خراب تھا جس کی تپ
 نہ نہ دوا کی تھی۔ میں تھی۔
 اس نے اس کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔

[illegible]

کرم کرنے سے تنہی کرم اس کی توازن اس کی چھٹی اس کا
 دروازہ کبھو دروازہ قدر و عری نے آئندہ بھر کر اس
 کھلنے اس کی ایک ایک دروازہ کھانچا جیسے اس کی شرم ہو
 یا اور مرست کے ڈانچے کو کھنچنا چاہتی ہو۔ راجت نے
 اس کی طرف کھلا دروازہ دیا۔
 ”کیا ہو۔ ایسے کیلہ کیلہ رہی ہو“
 ”جی ہاں۔ راجت میری دعا ہے۔“
 یہ آخری الفاظ تھے جو ایک کی طرح راجت کے
 ہونے میں پڑے دھڑکی ساتھ ساتھ کرم کوٹنے اس پر
 چل رہی تھی۔ راجت نے کھولے اسے دیکھتے
 ہی دھڑکی رہی تھی۔ دھڑکی کا یہ روپ دیکھ کر

کئی سال ایسی نکلتی میں گھر کوئے کے پاس اس گھر میں
موسیٰ رہے کی یاد وہ دناراض ہو کر مکتی گئی۔ کئی
میس کر گزریں تک وہ میں آئی کا چھائی سو کر
فنا ہو گیا۔ بھی دوسری کے آگے دلیہ بھی اس کی
قت کر کہ بھی بھر کر جانا بھی میرا ہو کر پڑا
و جانے۔
آج دوسری ہی راحت کوئے لائی۔ دونوں میں کیا
ہوئی۔ کئی نہیں جاتا لیکن نہ صرف راحت
میں آئی بلکہ پہلے ہی کی طرح دوسرے کا خیال
میں بھی لگے۔

آئے والے ہر دن، ہر سہرے ساتھ وہ دھڑی جتی
 گئی۔ بہت سوں کو اس کی زبان کی کلاٹ سنی پڑی۔
 کوئی چھوٹا بچہ اپنا غیر شریف وارہ پڑی، ملے جلتے والا
 سلام بھولا، "مکھی والا، مکھی والا، مکھی والا، مکھی والا
 ایسا نہیں تھا، جوتے ساتھ اس کی زبان کی زنجیر
 نہ لگتا ہو۔ تو کون کے لیے اس کی اوجھ جھل سے
 زیادہ اس کی زبان بد صورت تھی۔

خام دولہا میں وہ اپنے آپ میں گم رہی، اپنے کام
 سے کام نہ رہتا، نہ جانوں گدول میں ٹھکے ڈالنے پر
 آتی تو سولان سے گرہیں آجائیں اور ایک سے
 دو سرے اور دوسرے سے تیسرے تک آتے آتے
 موسم بدل جائیے کسی کی چارپائی کی بٹائی، کبھی گندم
 صاف کرنا اور کبھی گندم کے بڑے بڑے ڈرم ورمپ
 میں دھو دھو کر پکائی گئی سناٹ کھانے کو دے دینا اور
 کوئی بے کار بے لطفی سونپوں کے گوشے بیلنے کے
 دے جانے کام کو سامنے ہو نہ تو انکار نہیں کرتی تھی
 حتیٰ کہ ایک بار سدرے سے اسے چھلور پر دھاگہ لٹکھا
 کر دیا تو اس سے بے تحاشہ ڈانٹ۔

سب کچھ ٹھیک تھا کہیں خرابی تھی تو اس کی
 ہولناک زبان میں جب جب اس کی زبان کی نوٹیں
 کوئی کامیابی پر صوف پر سب کا پیچھا کر دھڑی کا گھاسی
 دیا۔

"نہیں کھائی زبان نہ والی۔"
 پھر اس کی تان چٹکھان جاتی
 اس کا ماضی دہرایا جانے لگا۔ کب کب اور کیسے
 بڑی وہ بھڑکیاں سکھیں بھڑکیں۔ ان کی لولاد جیسی
 کی دھڑی اور ان کی لولاد یا لولاد کی لولاد سے برا بھلا
 کہتے تو ان سے برداشت نہیں ہو تھانہ
 "بھائی! کیسے لپکے کرتی ہے؟" قویہ نے بری طرح
 پاؤں پھینچے۔

"تھوڑی ہی کر دیتے تالی کی۔" قویہ نے فرخندہ کے
 کان میں ہنس کر کہا۔
 "وہ مردوں سے نفرت کرتی ہوگی۔" فرخندہ نے بھی
 سرگوشی کی۔

"اگر مردوں سے نفرت کرتی تو کھنڈ کھنڈ کر
 مردوں کے سوں میں بائش نہ کرتی۔"
 "میں کھل والی سے کون شادی کرنا۔"
 "میں بتا رہی تھی ایک دن کہ کچھ کے سوا
 صاحب جو حافظہ بھی تھے کتنا اصرار کرتے رہے
 تھے۔"

"بھائی کو جواہری پسند نہیں ہوں گے۔" فرخندہ نے
 بری سی شکل بنا کر کہا۔
 وہ سب کمرے میں فولیاں بنائے ایک دو سرے
 سے کچن ایک کڑی سوچ رہے تھیں ایک کمرے
 کے پاس کوئی نہ کوئی قصبہ ہونا خانے کے لیے کوئی
 بھاگل کی کوئی اس کے ہاؤس کے محل جانے کا
 سنا تو کوئی نہ وہاں سے اس کی آٹھ کے پھوٹ جانے
 کا کہنے لگے میں کر گیا تو کسی کی بھت کر گئی۔
 "میں اس کی نظر کھاتی ہے۔" وہ آہیں میں
 پرگوں گئی کہتے۔
 "خود تو بے ہی دھڑی" مردوں کو بھی بھارتی
 چھوڑ لی۔

وہ سب اس کے کام بھول جاتے اس کی خدمت
 ساتھ پر گئی اس کی خادو تھی۔ یاد رہے تو وہ
 دھڑکیاں جو دھڑکی بھولی بھولا پھیرا کر انہیں دھڑکیاں
 کو اس اجازت پر خود جلا دیتی۔ وہ عورت تھی جس
 اس کا پاؤں کاٹنا تھا۔

خاندان کے وہ سب بڑے جن کے ساتھ وہ بلی کر
 جواں ہوئی تھی اسے دیکھ کر کہ آہیں بھرتے
 انہیں اس کی کمرہ بدعاؤں پر جھرت ہوتی تھی۔
 انوس۔ اور وہ لوگ جو اسے دھڑکی بھرتے جاتے
 تھے اس سے دے بھی تھے خوف زدہ بھی تھے اور
 اس کے گھر دیکھتے تھے۔

خاندان میں پاپا پوس میں ہونے والی شادیوں
 میں اسے خاص طور پر بلایا جاتا کیسے بھی لوگ ڈرتے
 تھے کہ اگر دھڑکی نہ لگتا تو کس دن ہزاروں نہ
 ہو جائے اس کے لیے خاص طور پر کیڑے بنائے
 جاتے۔ شادی کی راحت میں تو غیر دھڑکی بھی بھی

دھڑکتی نہیں کرتی تھی۔ سارا وقت شادی والے گھر
 دھڑکتی نہیں جی رہتی۔ بالک کسی کوٹے میں بڑی
 دھڑکی
 لوگ کی شادی میں اسے کوئی نہ کوئی سونے کی پتہ بنا
 کر لائی جاتے وہ ہر ایک لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔
 سچائی تو نہیں، بھنگیاں اسے ملیں مگر کسی نے ایک
 بار بھی اسے نہیں اٹھایا۔ شادی والے چڑوں کو وہ ایک
 سے دھڑکی نظر بھی نہیں رہتی تھی۔
 اسے بچے بھاننے کو اس کے حوالے اس کے
 کمرے میں ملا جلتے وہ انکار میں آٹھ آٹھ کر دھڑ
 مزم کر کے دیتی۔ ایک رات جب سب اپنے اپنے
 کمرے میں اپنے اپنے رتے تھے کہ اس کی چھلور سے قسم
 کر اٹھ گئی تھی کہ کمرے میں سے مونس چھوٹے پورے
 بچے لگا رہے تھے۔
 سب نے بھائی کے کمرے کی طرف بھاگے
 شادی والے جن میں جواس سے پہلے سب نے اس کے
 بچے پر بھی نہیں۔ بھائیوں بھائیوں کی ہانوں میں وہ
 جیسے بھول گئی۔ جیسے دل پھٹا دیا ہو۔ لانا نہ کھچ
 کھنچ کر اس نے ٹولہ لیا کر آیا تھا۔ شام کے ہی تھے
 میں اس کا بڑا بھائی میں سوچے کہ مرے مرے چھٹا تھا
 جب لکڑیوں کے چھچھ کر آہیں زور نہ پر لگایا آتا تو
 اسے لگا جیسے دھڑکنے کے لیے میت کو لایا ہو بلی کے
 ٹولہ لیا بھائی نے اس کا کھجا جات چھوٹا شروع
 کر لیا۔

بھائی کی ان جلا دینے والی چھلور حالت کے اندر
 کھلی کھلی کہ اس کے کمرے میں نہیں سوا۔ ماؤں نے
 سب انہیں ملدی ملانا ہو تا تو وہ نہیں۔ "موجا روتہ
 بھائی کے کمرے میں ملا دوں گی" اور بچہ بھٹ سے
 ہلاک۔

"میں عورت تھی دھڑکی اور کسی ہو گی۔"

بھائی اور بھائی ہی آتے تھے۔ آجائیں چاہتی تھی۔
 اس کی طبیعت کچھ کدوری تھی لیکن اسے بلانے
 والوں نے انکار اور اس طرح اصرار کیا کہ اسے آجائی
 پر بلا سلاطے سے دھڑکی بھنگی کی آواز میں گری تھیں۔
 خوش نہیں رہی تھی میں اور کدوری میں جس نہ
 جانے ایسے موقعوں پر انہیں اتنی شرماں کیسے
 سوچتی ہیں کہ انہیں کے فوارے ہی بند نہیں ہوتے۔
 کوئی نہ کوئی چٹکھانہ چھوڑ کر وہ گانا چھوڑ کر رفتی
 رہ جتیں۔ بچے بھی شور کر رہے تھے اور مردانہ
 جوش نہایت بھی کانوں میں پڑی تھی۔

بھائی کی پچھان چھوٹی بھائی زانا لگا دلوں اس کی ہم عمر
 تھیں بھائی بھائی جیسے پے پر بھگداری تھیں۔ بچوں
 اور عورتوں کی کھلی سے بے زور رات سے لدی پڑی
 تھیں۔ اپنی عموں کا وہ ان سب کے پاس قصبہ وہ
 سب کی زبانیں بھائیوں کی دھڑکی ایسے بھاری
 تھیں جیسے کچھ اور ان بھائیوں کی بھی شادی ہو۔ دور
 چڑھی پر تھیں بھائی بھائی میں انہیں دیکھ جاتی
 تھی۔ اسے ان کے گالوں یا دھڑکی میں کوئی دھڑکی
 نہیں تھی۔

جب ان کے فضل میں غلط ضرورت سے زیادہ
 بڑھ گئے تو وہ کمرے سے کونے والے کمرے میں
 آکر لیٹ گئی۔ یہاں ان سب کی آوازیں نہیں آ رہی
 تھیں۔ ان سب میں سبز رنگ کا سوٹ ہے ایک
 عورت سب سے زیادہ اور کدوری تھی۔ وہ کون تھی
 دھڑکی نہیں جانتی تھی۔ ان بھائی بھائی نے اسے
 دیکھا تھا لیکن وہ جو کوئی بھی اس کی آوازوں پر سے نظر
 نہیں ہٹ رہی تھی اسے ہی جیسے کسی کو کوئی ہی محبت
 ہوئی ہو ایسے ہی جیسے کسی دھڑکی ہو کر گئی تھی۔

کمرے میں اگر اس نے اپنی آہیں رکھیں۔ اچھ
 بچے چہرے سے ٹھنڈا لٹے تھی میں۔ وہ خلاف میں
 دیکھ لگا۔ کچھ دیر میں ہی اس کا کھوج کر لگے۔ خیار تو
 نہیں تھا کہ کچھ دیر سے محل سے محل ہو گئی اور
 سب سب کمرے کے دوڑے گئے اس کی آنکھوں کے
 سامنے سبز سوٹ والی کھونٹے لگی۔ وہ لپک لپک کر

دوسری بھاری سی اور منہ دی گئے ماضی سے اپنی
 ہنسی ہو رہی تھی۔ وہ دھڑکی کی ہم غمو کی سین وہ مانی
 نہیں تھی۔
 اسے کمرے میں کسی کے آنے کی چاہ نہائی ہوئی۔
 لطف سے اس نے اپنا پورا زمانہ باہر نکل کر کھیل
 وہ گھوڑا بولیں کی پروا نہ تھی۔ پتھر سے اس کے سامنے کھڑا
 تھا۔
 "سینہ" اکبر سے میں اس سے نکلیں ملے ہی
 حیرت زدہ آواز کو گئی۔
 "سینہ" یہ نام اس نے اپنی صدیوں بعد ساک
 اسے لگا کر اور کو یاد کیا۔
 سینہ تو وہ تب ہی جب وہ اس کا انتظار کر رہی تھی
 اور تب جب وہ ایک ہی جی پوری کی پوری کہ وہ جلی
 نہیں تھی۔
 وہ اسے دیکھ کر رہا۔
 وہ اس کا لیا تھا وہاں ہوسٹ۔ لیکن سے وہ ایک ساتھ
 کھیل کر لڑا کر پڑے ہوئے تھے ایک ہی کھڑی چھان
 کے کمرہ دور ہو گئے لیکن ان کے دل ایک ہی تھے
 خاندان کی تقریبات میں وہ اس سے کنارہ کرتی
 تھی۔ بڑے خاص طور سے ہوتے تھے وہ دونوں دربار کے
 رشتے دار کی شادی میں لازمی شرکت کرتے تاکہ وہ
 دونوں ایک دوسرے سے مل سکیں۔
 ان دونوں کو سینہ بھی وہ بھی سفید پڑی ہوئی
 سیاہ انھیں لیے وہ خود کو شیشے میں یوسف کی نگہوں
 سے، اس کے مقابلے سے باہر دیکھتی تھی۔ وہ اس کے
 حسن کے خدیوے پر دھما تھا اور اسے اپنا ہیہ حسن اسی
 کے لیے بھاتا تھا۔
 ان دونوں کی شادی کی تیارواں ہو رہی تھیں آتے
 ہی شادی کی تاریخ دکھ دی گئی۔
 * * *
 وہ جتنی بھی آگ کو پھونکے ماردار کھڑا رہی تھی
 اس کا سر نیچے رہنے کے ساتھ کھڑا ہوا تھا جب بھلا
 بھائی مٹی کے بجل کی کی گولے کے عین اوپر سے

کارٹس پر رکھنے رکھنے تل کر بھلے آتے رہ گئے
 روغن کے کمرے کو سیٹ کا استعمال۔ تل کو بھول کر
 تھکے سے دور رکھنے ایک قافلہ کی کارٹس پر بی پڑی اور
 رہی اور اس کا تل کی طرف مگر تھکا۔
 اس کی چٹوں سے لعل پڑی ہوئی۔ دونوں انہیں
 پوش نہیں کیا۔ سینہ تل کی سیٹ میں کھڑے
 اس کی چٹیں اور عورتوں کی تل کی چٹیں۔
 جل تو اداں بھی تھے گتے سارے کے سارے
 بچپن کے محبت کے وعدوں کے سب کے
 سب۔
 بغیر تیش اکھا کی گلیں۔ تیش کی گلیں واسے
 دیے گئے کشتے دار کی فحش یا دھڑکے کے کھڑا
 غلی، دریا کی آخر۔ کتا بھتہ سب یا دھڑکے
 گئے کیا نہ تھے۔
 خاندان کے بھوں نے کیا کیا نہیں کیا نہیں کوئی بھی
 نہیں بھاس کا کوہ جلا یا نہ تھا جو پراڈی بات کرنا
 تھا۔
 اس کی تو کوئی مڑی بھی نہیں دے گھ میں اپنا
 تہیزے جیسا بنائے دے ہوں۔ اتالی کے بھری
 ہتھیلیں میں جبک چک کر کہا۔
 "میں ہر اس میں نہ ہاں لیا۔"
 سینہ والوں نے یہ ہلدا اتالی بارڈر لڑا کہ وہ سینہ
 دھڑکی ہو گئی۔ اس کی مانی نے بھی سینے پر پانچہ ماردار
 کہا۔
 "فی مزید! ابتر کھن نہیں رہا۔"
 تانہ زخموں سے اس کا نہ تو تھا سر گردن اور سینے
 کا پتہ جس جھلا تھا۔ وہ خود کو شیشے میں اپنی نگہوں
 سے میں دیکھ گئی تھی تو یوسف کی نگہوں سے
 دیکھتی۔ اس نے یوسف کو پزارہ بھانے بنا کر لایا اپنی
 بھابھوں کو بار بار بھیجا۔ وہ ہر بار اپنی ماضی شکر
 کر تیا نہیں دے دئی اور اسے سمجھا نہیں کہ یوسف بھی
 نہیں آئے گا۔
 لیکن اس کی ایک ہی رات تھی کہ یہ سب لٹا کی
 وجہ سے ہو رہا ہے یوسف کی وجہ سے نہیں۔

ہوسٹ کو کچن سے جاتی ہے وہ تو اس کے مذاق سے
 جتنے پر ہنس جاتا کہ بھانہ میں جاکر لیتا تھا اور یہ ہوسٹ
 لیا نہیں ہے۔
 اس نے ہلے ہوئے حسن کی ذوق پر پورا نہیں
 جی سے جگہ وہ ساری کی ساری تل جاتی تھی۔
 حسن نے کہا جائے پر انہوں قافلہ سب کچھ جل
 ہی جا جائے۔ محبت کیے جاتی۔
 محبت ہے یا نہیں؟ یوسف نے در تیک گھورتے
 رہتے کہ پورے جلا کر چا پائی رہا کچھ گئی ساکر
 یہ ان فطرت غمزدہ تھے نئے حالات سے وہ تو اس
 کارڈوں دور کھڑا رہا ہو گا۔
 دھڑکی والی نے کسی نہ کسی۔
 وہ کھڑا جگہ کے لیے کئی کی جب تالی نے بھٹ
 یوسف کی شادی کر کے اسے واپس مقصد روانہ
 کرنا۔ واپس بھائی بھانے کے لیے کھڑے گئے
 اس کی اپنی چیتہ نہیں میں ہی فحش کہا تھا کہ میں اس
 کے کیا کیا تھا وہاں تیش تھا کہ وہ دلی ملتی سینہ کو آنکھ
 ہزاروں تھی۔
 "بھئی! عجب عجب باتیں میں تھی جیسے بارے
 کہ۔" وہ بھی انھیں پکارا اور یہی سیکھ کر اس کے
 بٹے جیسے کو کچھ با قافلہ اس کے سامنے سیرا تھا
 فطرتی عرس بھی شہزادہ لہا تھا۔ سیاہی بھائی
 اور خرمیور سے وہی روشن اور چمکدار تھیں۔
 "منا ہے تیری زین انکارہ دین ہی ہے۔" اعلیٰ اور
 حرمیور بھی تھکی تھکی سے بھی زیادہ کمرہ اور غلط
 اس کی تھی تھی تو قسمت کی طرف سے بچھڑا کی گئی
 ہے۔
 اس کی آواز میں ان سب سے زیادہ رحمت تھی تو
 اس کی زبان کا کھڑا ہوئے تھے شاید وہ ان سب کا دل
 لیتا تھا۔
 اسے یاد تھا کہ اس نے قیص کا اسن جھلا اور کوٹ کو
 اپنے پیچھے کیسی کو پانچہ سے اشارہ دیا ہو کہ چل جا
 دھڑکی۔

سینہ کے اندر اپنی ساری کی ساری سبکیاں
 فحش پر ہنس۔
 "کچھ کچھ کہہ رہے ہو۔" اس کی لڑکی آواز
 پانچہ سے نکلی۔
 "کئی نماز روزہ کرتی۔ خدا خلی کرتی۔ تو یہ
 کچھ گرتے تو وہیوں کاں مارنا شروع کر دیا۔"
 اس کی آنکھوں سے سہی لوگوں کی اظہار بھگتے
 تھی۔ وہی انھیں جو کچھ پر پکے روشن اور چمک دار
 تھیں۔
 "سینہ کا قاتی تھا وہ خود بھی جل کر کھ رہا ہو گا۔
 تو وہ کتا بار ایک تہہ ہادی آپس میں ہے انہیں
 ہے۔
 اس نے رحمت سے اسے گھورا۔ "تو میرا کیا
 جانتا ہے؟" وہ نے کچھ کچھ کہا کا کتا کرم ہے مجھ
 پر شکر اس کی ذات پاک کا۔" اس نے دونوں ہاتھ
 اٹھا کر عینیت سے کماور چمکرت کو کچھ کچھ
 "جو خود میں کا پانچہ ہے میری بھی ہے۔" کچھ تو کسی کیسی
 سزا ملی ہے۔"
 اس کی نگہوں میں سبز سوٹ والی ساگی، جس میں
 سینہ کا حسن، تنگ رہا تھا اور یوسف کی محبت۔
 "تم سے محبت کی سزا ملی ہے۔" تو ہی طرح آخری
 بدعا اپنے اس کے ہونٹوں سے نکلی۔
 یوسف کی شکل اپنی بھائی کے لیے تھی کرتے والا۔
 "جو میرے بھائی کے لیے ہے وہ کھلا اپنی آواز
 دیا ہے بڑے بھائی کے ساتھ کچھ روز سے ہے چند
 اور لوگوں کی موجودگی میں وہ اسے لے کر اپنے گھر کی
 طرف روانہ ہو گئے۔
 وہ شادی دانے گھر میں دھڑکی کی موت کا سوگ
 پھیلا ان میں چاہتے تھے جو اپنی زندگی میں کچھ بھی
 اس کی موت کیا ہوگی۔
 "بھئی زندگی میں اس نے اپنی کسی سہیلی سے کہ تھا
 "جس بل میرے دل سے یوسف کی محبت نکلی گی
 اسی بل میرا دم نکل جائے گا۔"